دو عظیم بہن بھائی

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی
پرنسپل ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد

گذشتہ صدی کے عرصہ میں مسلمانوں میں ایسے بڑے بڑے لیڈر پیدا ہوئے جن کی نظیر آئندہ تاریخ شاید ہی پیش کر سکے۔ ان لیڈروں نے اپنی انتھک محنت اور جدوجہد سے مسلمان قوم کو بیدار کیا۔ ان میں ملی احساس اور قومی جذبہ کو ابھار کر جدوجہد پر آمادہ کیا۔ ان کے لیے سیاسی جدوجہد کا مقصد متعین کیا۔ ان کی صفوں میں انتشار دور کر کے انہیں ایک جھنڈے تلے اور ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم کیا اور یہ کر دکھا دیا کہ عزم صمیم، سعیٔ پیہم، خدا پر ایمان، نیت میں اخلاص، اظہار میں صداقت اور کردار میں دیانت کے باعث کوئی انفرادی یا اجتماعی دشواری ایسی نہیں جس پر غالب نہ آیا جا سکے۔ کوئی صعوبت، کوئی انتشار اور کوئی مصیبت ایسی نہیں جسے ہمت و استقلال کے ذریعے راحت و کامیابی میں نہ بدلا جا سکے۔ ان مسلمان لیڈروں میں قائد اعظم محمد علی جناح اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ یہ تاریخ کا عجیب اتفاق ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہستیاں ایک ہی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ دونوں کے مزاج اور کردار میں گہری یکسانیت تھی۔ دونوں بھائی بہن ایک دوسرے کے قریب ایک ہی شہر میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اب ہمارے لیے یہ امر تجزیہ طلب ہے کہ دونوں بھائی بہن ایک طویل عرصہ جو ایک ساتھ رہے۔ رفاقت کے اس رشتہ کی مختلف حیثیتوں مثلاً جاں نثار بہن، معتمد مشیر، دوش بہ دوش معاون، مخلص ہمسفر، قابل ترس اور اپنے بھائی کی ترجمان وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔

محترمہ فاطمہ جناح ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد کا اسم گرامی جناح پونجا اور والدہ ماجدہ کا نام مٹھی بائی تھا۔ "فاطمہ جناح کی ولادت کے وقت محمد علی جناح حصول تعلیم کے لیے انگلستان گئے ہوئے تھے۔ فاطمہ ابھی دو برس کی تھیں کہ شفقت مادری سے محروم ہو گئیں۔" ۱۸۹۵ء میں ماں کی وفات کے بعد ان کی بڑی بہن مریم نے ان کی غور و پرداخت شروع کی۔ ۱۸۹۶ء میں محمد علی جناح حصول تعلیم کے بعد جب وطن واپس آئے[1] تو ننھی بہن سے ملے۔ اس دن کے بعد سے اپنی وفات تک انہوں نے اپنی بہن کو یگانہ شفقت و محبت سے اس قدر نوازا کہ بہن کو یہ احساس تک نہ ہونے دیا کہ وہ ماں اور باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہے۔ قائد اعظم ۱۸۹۷ء میں جب بمبئی جانے لگے تو ننھی بہن سے وعدہ کیا کہ جب وہ برسرِ روزگار ہو جائیں گے تو اسے بھی اپنے پاس بلا لیں گے۔ انہوں نے یہ وعدہ ۱۹۰۰ء میں پورا کیا جب وہ بمبئی میں مجسٹریٹ ہو گئے تو انہوں نے بہن کو بھی پاس بلا لیا۔ "بمبئی میں انہوں نے آہستہ آہستہ فاطمہ جناح کے دل میں حصول تعلیم کا شوق پیدا کیا اور ۱۹۰۳ء میں باندرہ کے کانونٹ اسکول میں داخل کروا دیا۔ اس زمانے میں انگریزی سکول میں کسی مسلمان لڑکی کی تعلیم کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مسلمانوں میں اس رجحان کی شدت سے مخالفت کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہی ہوا مگر قائد اعظم نے نکتہ چینی کی پرواہ نہ کی۔ اسی اسکول کے بورڈنگ ہاؤس میں آپ کی رہائش کا بھی انتظام کر دیا۔ ہمدرد اور غمگسار بھائی ہر اتوار کو اپنی بہن سے ملنے اسی اسکول میں جاتے تھے جو ان کے گھر سے کافی دور باندرہ کے علاقے میں تھا۔ بائیس سال کی عمر تک فاطمہ جناح تعلیم حاصل کرتی رہیں چنانچہ ۱۹۱۳ء میں انہوں نے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر لیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۹ء میں قائد اعظم نے فاطمہ جناح کو امراض دندان ڈاکٹر احمد کے ڈینٹل کالج کلکتہ میں داخل کرایا۔ اس وقت ہندوستان میں امراض دندان کا صرف ایک ہی کالج کلکتہ میں تھا۔ چنانچہ مس فاطمہ جناح نے اس کالج میں دو سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں ڈینٹسٹ کی سند حاصل کی اور پھر ۱۹۲۳ء میں قائد اعظم نے فاطمہ کے لیے عبدالرحمن سٹریٹ، بمبئی میں ایک ڈینٹل کلینک کھلوا دی۔ چھ سات سال میں فاطمہ جناح نے نہایت دلچسپی سے اس عوامی خدمت کو سرانجام دیا۔ لیکن زندگی چونکہ ابتداء ہی سے غیر متوقع حالات و واقعات کے مطابق چل رہی تھی۔ لہٰذا زندگی کے اس موڑ پر بھی یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ ۱۹۲۹ء میں قائد اعظم کی شریک حیات کا انتقال ہو گیا[2]۔ مرحومہ نے ایک لڑکی اپنی یادگار چھوڑی جسے ننھیال والوں نے پرورش کرنے کے لیے لے لیا۔ بیوی بچوں سے بھائی کی یہ مستقل علیحدگی زندگی کا ایک عظیم سانحہ تھی۔ شفیق بھائی کی تنہائی اور اداسی کو بہن برداشت نہ کر سکیں۔ انہوں نے بھائی کے غم کو اپنا غم بنا لیا۔ ڈینٹل کلینک بند کر دی اور اپنے بھائی کا مستقل دکھ بانٹنے کے لیے گھر چلی آئیں۔ جس نے ان کو ماں

اور باپ کی شفقت سے نوازا تھا۔ اور اولاد کی طرح پرورش کی تھی محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم کی ایک جاں نثار ہمشیرہ تھیں اور بھائی بہن کے تعلقات ایک مثالی حیثیت کے حامل تھے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ انسان کی زندگی میں تین رشتے بہت اہم ہیں۔ ماں، بہن اور بیوی۔ ان تینوں رشتوں میں عورت جب بھی سامنے آتی ہے کچھ تاریخی شخصیتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم اور شوکت علی مرحوم کی تعلیم و تربیت میں ان کی والدہ "بی اماں" نے ایک اہم رول ادا کیا۔ مولانا حسرت موہانی کی سیاسی و علمی زندگی میں ان کی شریک حیات محترمہ نشاط النساء بیگم نے ایک منفرد کردار ادا کیا۔ اسی طرح بہن اور بھائی کی رفاقت کی عظیم مثالوں میں ایک مثال قائداعظم محمد علی جناح اور مادر ملت فاطمہ جناح کی بھی ہے۔ یہاں بھائی کی زندگی ایک پوری قوم یا دور کی زندگی ہے۔ گردش ایام کے ہاتھوں بھائی کو بہت سی ستم ظریفیوں اور حسین زیادتیوں کا بُری طرح شکار ہونا پڑا۔ ایک عظیم تحریک کا قائد مگر نجی زندگی میں اتنی بے چینی اور بے اطمینانی۔ شریک حیات کی بے وقت موت اور اکلوتی بیٹی کی جدائی کتنے بڑے صدمے ہیں۔ مگر قدرت نے چھوٹی بہن کو اتنی ذہانت و فطانت بخشی کہ وہ شفیق بھائی کی ذاتی و سیاسی زندگی میں شریک کار بنیں۔

"بھائی کے پاس آ کر مس فاطمہ جناح نے خود گھریلو انتظام سنبھالا۔ اس فرشتہ سیرت بہن نے قائداعظم کو گھریلو مصروفیات سے بالکل بے نیاز کر دیا۔ وہ ایک شفیق بہن کی حیثیت سے ان کی ایسی دیکھ بھال کرتی تھیں جو عام ماؤں کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔

لکھنے پڑھنے، لوگوں سے ملنے جلنے غرض کہ قائد کے معمولات زندگی کا ایسا نظام الاوقات انہوں نے ترتیب دیا تھا کہ جس کی پابندی سے بعض اوقات بھائی محمد علی جناح بھی تکمیل کی سختی پر بہت ہی نرم الفاظ میں احتجاج کرتے تھے لیکن مس فاطمہ جناح کی زندگی کا مطلوب و مقصود ہی بھائی کی صحت اور ان کے مشن کی کامیابی تھا وہ محترم بھائی کو حتی الامکان نظام الاوقات کی پابندی سے انحراف نہیں کرنے دیتی تھیں[۳]

یقیناً فاطمہ جناح کا یہ ایثار بہن بھائی کے تعلقات میں اپنی مثال آپ ہے کہ اپنے کاروبار کو، اپنے گھر کو اور اپنے سکھ اور چین کو قربان کر دیا حتیٰ کہ بھائی کو زمانہ و ویرانی کا احساس نہ ہوا اور اس مقدس جذبہ پر کہ بھائی کا درجہ بلند ہو اور وہ یکسوئی سے ملک و قوم کی خدمت کرے، خود بھی نامور ہو اور سفینۂ ملت کو بھی ساحل مراد پر پہنچا دے۔

برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ کا یہ نہایت پُر آشوب زمانہ تھا۔ محمد علی جناح کی سیاسی سرگرمیاں عروج پر تھیں وہ بڑے مصروف انسان تھے۔ ملک کے بڑے سیاسی رہنما ہونے کے سبب برصغیر کے تمام بڑے لیڈروں سے ان کے گہرے مراسم اور تعلقات تھے۔ ہندو مسلم تنازعات اور کشمکش سے پورے برصغیر میں بے چینی اور انتشار کی کیفیت تھی۔ ہندو رہنماؤں کی تنگ نظری اور عصبیت آئے روز نت نئے گل کھلاتی تھی۔ محمد علی جناح مایوس ہو گئے تھے۔ انہیں احساس ہو چلا تھا کہ ہندو مستقبل میں مسلمانوں کا قومی وجود برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ خود مسلمانوں کی صفوں میں انتشار تھا وہ گروہوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ محمد علی جناح اس صورت حال سے پریشان اور مغموم رہا کرتے تھے اور اکثر اپنی بہن فاطمہ سے سیاسی معاملات پر تفصیلی تبادلہ خیال کرتے تھے۔ اسی ضمن میں مادر ملت اپنی غیر مطبوعہ تالیف "میرا بھائی" میں لکھتی ہیں۔

"قائداعظم اکثر مجھ سے کھانے کی میز پر جب بھی حالات پر تبادلہ خیالات کرتے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں"[۴]

قائداعظم کے ہم نشینوں کا بیان ہے۔

"جب کسی مسئلہ پر بابائے ملت کبیدہ خاطر ہوتے یا مخالفوں کی ریشہ دوانیوں اور غوغائے رقیباں سے آزردگی محسوس کرتے تو مس فاطمہ جناح اپنے وسیع النظر اور دانشمند بھائی کی ہمت بڑھاتیں اور ایسے مشورے بھی دیتی تھیں کہ جن سے مسائل کے سمجھنے میں نمایاں مدد ملتی"[۵]

قائداعظم نے فاطمہ جناح کے متعلق کہا تھا۔

"میں جب گھر واپس آتا تو میری بہن میرے لیے امید کی کرن اور مستقل روشنی بن جاتی۔ میں پریشانیوں میں گھرا رہتا اور میری صحت خراب ہوتی جاتی لیکن فاطمہ کے حسن تدبر اور توجہ سے میری تمام پریشانیاں دور ہو جاتیں"[۶]

قائداعظم کے یہ تعریفی جملے نہ صرف فاطمہ جناح کی جاں نثاری کی غمازی کرتے ہیں بلکہ ان کی مخلص مشاورت کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ اس قسم کے تبادلہ خیالات سے فاطمہ جناح کی سیاسی تربیت پختہ ہوتی چلی گئی۔ ۱۹۲۹ء میں برطانوی حکومت نے لندن میں جب سیاسی لیڈروں کی گول میز کانفرنس طلب کی تو قائداعظم شرکت کے لیے روانہ ہوئے تو فاطمہ جناح کو بھی ساتھ لے گئے۔ گول میز کانفرنس کی کارروائی سے محمد علی جناح بہت دل برداشتہ ہوئے اور انہوں نے وطن واپس آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ پریوی کونسل میں پریکٹس شروع کر دی۔ انگلستان میں قیام کے دوران فاطمہ جناح کو انگلستان اور یورپ کے دیگر مقامات کی سیاحت اور سیاسی، سماجی اور تعلیمی مسائل جیسے معاملات کو بخوبی سمجھنے کا موقع ملا[۷]

۱۹۳۳ء میں لیاقت علی خان جب قائداعظم سے ملے تو ان پر زور دیا کہ وہ واپس وطن چلیں۔ کیونکہ برصغیر کے مسلمانوں کو ان کی اشد ضرورت ہے

لیکن قائد اعظم ہندوؤں کے رویّہ سے اس قدر دل برداشتہ تھے کہ انہوں نے وطن واپس آنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ طویل گفتگو اور بحث کے بعد یہ طے ہوا کہ لیاقت علی خان وطن جا کر حالات کا جائزہ لیں اور انہیں آگاہ کریں تب کوئی فیصلہ ہوگا[۸]۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا جس میں شرکت کے لیے قائد اعظم وطن آئے مگر کچھ دنوں کے بعد پھر لندن چلے گئے۔ ان کی غیر موجودگی میں مسلمانان بمبئی نے انہیں مرکزی اسمبلی کا رکن منتخب کر دیا۔ چنانچہ مرکزی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں شرکت کے لیے وہ جنوری ۱۹۳۵ء میں ہندوستان آئے اور اپریل میں پھر لندن واپس چلے گئے۔

اور اکتوبر تک وہاں قیام کیا۔ اس تمام عرصہ میں بڑے بڑے مسلمان لیڈر بالخصوص علامہ اقبال برابر ان پر زور دیتے رہے کہ ہندوستان واپس آئیں مسلمانوں کی قیادت سنبھالیں اور انہیں آنے والی تباہی سے بچانے کا بندوبست کریں۔ آخر کار قائد اعظم لندن سے بمبئی واپس آئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں انہیں مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ اب قائد اعظم نے مسلمانوں کی تنظیم کا بیڑہ اٹھایا راس کماری سے کشمیر تک اور چاٹگام سے خیبر تک انہوں نے دورے کیے۔ مسلم لیگ کی تنظیم کی، مسلمانوں کو آواز دی کہ اگر اپنے قومی وجود کو بچانا ہے تو مسلم لیگ کے ہلالی پرچم تلے متحد ہو جائیں۔ قائد اعظم کی اس تحریکِ آزادیٔ وطن میں مادرِ ملت بھی شانہ بشانہ شریک تھیں۔ بقول مادرِ ملت:

"ملکی سیاست سے مجھے ویسے بھی بڑی دلچسپی تھی کیونکہ قائد اعظم کے ساتھ رہ کر سیاست سے دور رہنا ناممکن تھا چنانچہ میں قائد اعظم کے دوش بدوش پورے انہماک کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھی[۹]۔"

اس طرح فاطمہ جناح کی باقاعدہ اور عملی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ انہوں نے قائد اعظم کے شانہ بشانہ مسلم خواتین میں سیاسی و سماجی اور تعلیمی شعور کی بیداری کے لیے زبردست کوشش کی۔

بقول محترمہ فاطمہ جناح:

"قائد اعظم سمجھتے تھے کہ ان عورتوں کے تعاون کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اگر مسلم خواتین اپنے مردوں کو اس طرح تقویت پہنچائیں جس طرح انہوں نے عہدِ رسالتؐ میں تقویت پہنچائی تھی تو ہم بہت جلد اپنی منزلوں کو پا لیں گے[۱۰]۔"

بھائی قائد اعظم کی ترغیب اور تربیت کا یہ ثمر تھا کہ محترمہ فاطمہ جناح نے حصول پاکستان میں عورتوں کی بیداری میں ان کی رہنمائی کی۔ مسلم خواتین کو پاکستان کا مفہوم سمجھانے کے لیے بھائی کے ساتھ دورے کیے اور خواتین کے بے شمار اجتماعات میں تقریریں کیں۔ صبیحہ مہدی اپنے مضمون "قائد اعظم اور خواتین" میں لکھتی ہیں:۔

"دہلی کی سرزمین اور اس کی تاریک گلیوں میں کام کرنا بہت دشوار تھا۔ مگر یہ کارکن نہایت خندہ پیشانی سے اپنا فرض انجام دیتی رہیں۔ ہر محلہ میں تین مہینے بعد بہت بڑے پیمانے پر جلسہ کیا جاتا، جہاں محترمہ فاطمہ جناح خود تشریف لاتیں اور ان تنگ گلیوں میں پیدل چل کر وہ جلسہ کی صدارت فرمایا کرتیں اور ہماری انتھک کوششوں کی رپورٹ وہ خود قائد کو سنایا کرتیں جس سے ہم سب کی حوصلہ افزائی ہوا کرتی[۱۱]۔"

اس طرح فاطمہ جناح نہ صرف عام مسلم خواتین بلکہ لیڈر مسلم خواتین کی رہبری بھی کرتی تھیں۔ ۔ ۔ ۔

"مادر ملت کی رہنمائی میں بیگم جہاں آرا شاہنواز، لیڈی ہارون، بیگم شمس النہار، محمودہ بیگم، سلمیٰ تصدق حسین، فاطمہ بیگم، بیگم غلام حسین ہدایت اللہ، بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم وقار النساء نون، بیگم لیاقت علی خان، بیگم بشیر احمد اور بیگم اعزاز رسول نے خواتین میں پاکستان کے حصول کا جوش و ولولہ پیدا کر دیا تھا[۱۲]۔"

فاطمہ جناح ۱۹۳۴ء کے بعد سے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی مستقل رکن تھیں۔ الغرض محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر جدوجہد آزادی میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا اور اسی طرح وہ قائد اعظم کی رفیق کار اور سیاسی معاملات میں مددگار تھیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے فاطمہ جناح کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا:

"میری سیاست کا انحصار میرے ٹائپ رائٹر اور فاطمہ جناح پر ہے[۱۳]۔"

ان تعریفی کلمات کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ قائد اعظم نے کبھی بھی فاطمہ جناح کو مسلم لیگ میں کوئی مرکزی عہدہ نہیں دیا اور فاطمہ جناح کو کلی طور پر سیاسی میدان میں نہیں لائے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت کے حالات کے مطابق ایک تو فاطمہ جناح کوئی پیشہ ور سیاست دان نہ تھیں، وہ محض بھائی کے عظیم مشن میں بے لوث مددگار تھیں اور دوسرا قائد اعظم کنبہ پروری کے سخت مخالف تھے۔

بقول فاطمہ جناح:

"اگر میں اقتدار کی بھوکی ہوتی تو لاکھوں کروڑوں افراد میرا ساتھ کیوں دیتے۔ میں نے کھل کر کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ یہ میں نے اس لیے کیا تھا کہ قائد اعظم حیات تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے قائد اعظم کی قیادت میں پاکستان کے لیے ایک سپاہی کی طرح دوش بدوش کام کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم مجھے ہر جگہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھے کوئی سیاسی عہدہ نہیں دیا۔ انہوں نے اپنے لیے یا اپنی بہن کے لیے پاکستان نہیں بنایا تھا بلکہ پوری قوم کے لیے بنایا تھا[۱۴]۔" اسی طرح قائد اعظم کی اقربا پروری کی مخالفت کی ایک اور مثال محترمہ شیریں بائی کے اس بیان سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ:

"جب مرحوم چندریگر نے قائد اعظم کے لائق بھانجے اکبر پیر بھائی کو مقامی مسلم لیگ کی کسی ذیلی کمیٹی کا چیئرمین بنانے کی تجویز قائد اعظم کو پیش کی تو قائد اعظم نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اکبر کی سب سے بڑی نا اہلیت یہ ہے کہ وہ میرا رشتہ دار ہے"۔[۱۵]

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ محترمہ فاطمہ جناح تحریک پاکستان میں قائد اعظم کی ایک عظیم ساتھی اور سیاسی معاون تھیں۔ قائد اعظم فاطمہ جناح کو محض بہن کی وجہ سے پیار اور پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اس رشتہ میں قائد اعظم کی تین بہنیں اور بھی شریک تھیں لیکن اپنی بہنوں کے پیار میں انہوں نے قوم کو کبھی شامل نہیں کیا، اس کے برعکس فاطمہ جناح سے وہ سیاسی رشتہ کے باعث بھی محبت کرتے تھے۔

محترمہ فاطمہ جناح نہ صرف قائد اعظم کی ایک معتمد مشیر تھیں بلکہ ایک جاں نثار ہمسفر بھی تھیں۔ قائد اعظم مسلم لیگ کے اجلاسوں کو خطاب کرنے جہاں بھی تشریف لے جاتے، بہن فاطمہ سائے کی طرح ان کے ہمراہ رہتیں۔ بقول فاطمہ جناح:

"۱۹۴۱ء میں ہم بمبئی سے مدراس روانہ ہوئے جہاں قائد اعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرنی تھی۔ جب ہماری گاڑی مدراس سے کچھ دور تھی تو قائد اعظم اپنی نشست سے اٹھے۔ میں یہ دیکھ کر پریشان ہوئی کہ وہ چند قدم چل کر ریل کی لکڑی سے بنے ہوئے فرش پر گر پڑے ہیں۔ میں فوراً ان کے پاس پہنچی اور تکلیف کی وجہ معلوم کی تو قائد اعظم ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے کہ میں تھکن اور کمزوری محسوس کرتا ہوں اور پھر قائد میرے کندھوں کا سہارا لے کر اپنے برتھ کی طرف بڑھے۔ خوش قسمتی سے گاڑی سٹیشن پر پہنچی جہاں ہزاروں مسلم لیگی قائد کا استقبال کرنے کھڑے "قائد اعظم زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور زور سے چلا کر کہا کہ زیادہ شور نہ کریں کیونکہ قائد اعظم تھکان اور بخار کی وجہ سے بستر پر ہیں۔ دوڑ کر ڈاکٹر لے آئیں چند لمحوں میں ڈاکٹر حاضر ہوا۔ اس نے معائنے کے بعد کہا کہ فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ذرا نبض گر گئی تھی"۔[۱۶]

اسی طرح محترمہ فاطمہ جناح ایک اور واقعہ کا ذکر کرتی ہیں:

"ہم ۱۹۴۰ء میں بمبئی سے دہلی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے۔ کچھ دنوں سے قائد اعظم کو بخار کی شکایت تھی۔ قائد اعظم نے کھانا کھایا اور بستر پر لیٹ گئے۔ اچانک انہوں نے اونچی اونچی آہیں بھرنی شروع کر دیں جیسا کہ کسی آدمی کو گرم لوہے کی سلاخ سے چھوا جائے۔ میں اسی لمحے ان کے پاس پہنچی اور تکلیف کی وجہ دریافت کی اور قائد اعظم نے ہاتھ کے اشارے سے درد زدہ جگہ کی نشاندہی کی۔ درد کی شدت سے ان کی قوت ناطقہ جواب دے چکی تھی۔ میں نے درد زدہ جگہ کو ہاتھ لگایا مگر ناامید ہو کر اگلے سٹیشن کے آنے کا انتظار کرنے لگی تاکہ گرم مالش دینے کے لیے گرم پانی کی بوتل کا انتظام کر دیا جائے۔ اگلے چند لمحوں میں گاڑی کے رکنے کی آواز آئی تو میں نے گارڈ کو بلوایا اور گرم پانی کی بوتل لانے کو کہا۔ نیپکن میں لپیٹ کر بوتل کو درد زدہ جگہ پر رکھا جس سے درد میں کچھ کمی محسوس ہوئی"۔[۱۷]

اسی طرح کے بے شمار دیگر واقعات ہیں جہاں شفیق بہن نے بیمار اور مصروف بھائی کی دیکھ بھال کی اور اس حقیقت سے انکار غیر دانشمندی ہوگی کہ:

"اگر فاطمہ جناح قائد اعظم کی رفیق کار نہ ہوتیں تو شاید قائد اعظم بہت عرصہ پہلے خراب صحت، مسلسل بیماری اور تحریک پاکستان کی ہنگامہ خیز سیاسی جنگ کے کٹھن بوجھ سے چل بسے ہوتے اور پاکستان کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا"۔[۱۸]

فاطمہ جناح کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قائد اعظم نے ایک بار کہا:

"میں جب کسی اندیشے میں گرفتار ہوا اور ذہنی پریشانی نے مجھے گھیر لیا تو فاطمہ نے مجھے حالات کے طوفان سے بچا کر ڈھارس دی اور ہر لمحہ مجھے حوصلہ عطا کیا اور میری ہمت بڑھاتی رہی اور میری صحت کا خیال رکھا"۔[۱۹]

۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک دن رات فاطمہ جناح نے اس قدر محنت سے کام کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا تو وہ قائد اعظم کے ساتھ دارالحکومت کراچی آ گئیں۔ اس پر آشوب دور میں بھارت سے مظلوم مہاجرین کے لٹے ہوئے قافلے کراچی پہنچنے لگے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اس زمانے میں دن رات ریلیف کے کاموں کی دیکھ بھال کی، وہ مصیبت زدوں کے پاس جاتیں ان کی ڈھارس بندھاتیں، بیماروں، معذوروں اور اپاہجوں کے علاج معالجہ کا بندوبست کرتیں۔

قائد اعظم کی بہن کی حیثیت سے مادر ملت کا عظیم کارنامہ بھائی کی صحت کا خیال اور تیمارداری ہے۔ یہ فرض پورا کر کے فاطمہ جناح نے وہ مثال قائم کر دی جو عام بہنوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ بھائی کی صحت اور زندگی انہیں بہت عزیز اور مقدم تھی۔

جب بھی قائد اعظم اکیلے باہر تشریف لے جاتے تو فاطمہ بھائی کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بلاناغہ خط لکھا کرتیں۔ جواب ملنے میں تاخیر ہو جاتی تو وہ فوراً تار یا ٹیلیفون کے ذریعے سے دریافت فرماتیں"۔[۲۰]

مسلسل دوڑ دھوپ اور دن رات کام کرنے سے جب قائد اعظم کی صحت زیادہ کمزور ہو گئی تو فاطمہ جناح انہیں اکثر آرام کرنے کا مشورہ دیتی تھیں۔ بقول فاطمہ جناح قائد اعظم یہ فرمایا کرتے تھے:

"فاطمہ کیا تم نے کبھی یہ سنا ہے کہ ایک جرنیل چھٹی پر چلا جائے جب

کہ اس کی فوج اپنی بقا اور سلامتی کی جنگ میں مصروف ہو"۲۱

قائداعظم سے ایسے جملوں کے بعد شفیق بہن چپ ہو جاتیں ۔ ۱۹۴۸ء میں جب قائداعظم خراب صحت کے باعث کوئٹہ تشریف لے گئے تو جاں نثار بہن ان کے ہمراہ تھیں ۔ جہاں بہن نے ایک بہترین نرس کی حیثیت سے بھائی کی نگہداشت کی ۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ اپنے مضمون "قائداعظم کے آخری ایام" میں لکھتے ہیں :

محترمہ فاطمہ جناح اپنے محبوب بھائی کی تیمارداری میں بڑی دلچسپی لیتی تھیں ۔ وہ کئی کئی راتیں اور دن جاگ کر گزار دیتی تھیں اور دن رات پورے انہماک سے قائداعظم کی تیمارداری میں مصروف رہتیں ۔ انہوں نے اپنی نیند ، اپنا چین اور اپنا آرام سب کچھ بھائی کے لیے وقف کر رکھا تھا"۲۲

اسی طرح کرنل الٰہی بخش اپنی کتاب "قائداعظم کے ساتھ آخری دنوں میں" میں لکھتے ہیں :

" نرس سے معلوم ہوا کہ محترمہ فاطمہ جناح ساری رات جاگتی اور اپنے بھائی کے کمرے میں بار بار جھانکتیں تھیں کہ بے چینی بڑھ گئی ہے تو خود آکر تسکین دے جاتی تھیں ۔ ان کے اس محبت اور خدمت کے پاکیزہ جذبے نے مجھے بے حد متاثر کیا ۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ دبلی پتلی ہونے کے باوجود کس طرح وہ مسلسل دن رات تیمارداری کے سخت فرائض انجام دے رہی تھیں"۲۳

حقیقت میں جس جانفشانی اور دلجوئی سے محترمہ فاطمہ جناح نے بھائی کی زندگی کے آخری لمحوں تک خدمت کی ، وہ شاید اس احسان کا بدلہ تھا جو شفیق بھائی نے چہیتی بہن کی پرورش اور تعلیم کے لیے کیا تھا ۔ قائداعظم اکثر کہا کرتے تھے کہ فاطمہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ۔ اس نے میری بڑی دیکھ بھال کی ہے ۔ ملتِ پاکستان کے قائد کی اس جاں نثار بہن پر سلام ۔ جس نے اپنے عظیم بھائی کی دیکھ بھال کی اور عظیم قائد کو طویل زندگی بخشی ۔ جس کی مساعیٔ جمیلہ سے مسلمانوں نے ایک عظیم مملکت حاصل کی ۔ اب قائداعظم کی اس تعریفی تقریر کا مکمل متن پیش کرنا از بس ضروری ہے جو انہوں نے کراچی کلب میں اپنے اعزاز میں دی گئی ایک دعوت میں کی :

"جن دنوں میں برطانوی حکومت کے ہاتھوں کسی وقت بھی گرفتاری کی توقع تھی تو اُن دنوں میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری ہمت بندھاتی تھی ۔ جب حالات کے طوفان مجھے گھیر لیتے تھے تو میری بہن فاطمہ ہی تھی جو میری حوصلہ افزائی کرتی تھی ۔ تفکرات ، پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانے میں جب گھر آتا تھا تو میری بہن روشنی اور امید کی تیز شعاع کی صورت میں میرا خیرمقدم کرتی تھی ۔ اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے ۔ میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی ۔ اس نے لاپرواہی سے کام نہیں لیا ۔ کبھی شکایت نہیں کی ۔ میں آج ایسے واقعات کا انکشاف کرتا ہوں جو غالباً آپ نہیں جانتے ۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کا سامنا تھا ۔ ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں حتیٰ کہ موت تک کے مقابلے کے لیے آمادہ اور تیار تھے ۔ میری بہن نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا ۔ میری شانہ بشانہ رہی ۔ میری انتہائی معتمد رہی اور مجھے سنبھالے رکھا"۲۴

مندرجہ بالا جملے جو قائداعظم نے اپنی چہیتی بہن فاطمہ کے متعلق کہے تھے ان سے ہماری ملی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا کیونکہ قائداعظم محمد علی جناح تحسین و آفرین کے معاملے میں بہت محتاط اور جزرس تھے ۔ اپنے ہمعصروں میں یہ شرف صرف علامہ اقبال اور فاطمہ جناح کے حصے میں آیا ۔ علامہ اقبال کی ذات آل انڈیا مسلم لیگ اور محمد علی جناح کے لیے پنجاب میں زبردست قوت کا سبب تھی اور فاطمہ جناح کی جاں نثاری و جاں سپاری قائداعظم محمد علی جناح کی حیات اور میدان عمل کے لیے امید کی کرن ثابت ہوئی ۔

یہ بہن بھائی کی رفاقت کا فیض تھا کہ قائداعظم کی رحلت کے بعد مادرِ ملت نے اپنے بھائی کے مشن کو جاری رکھا ۔ وہ قائداعظم کی تصویر بن گئیں ۔ گفتار و کردار میں وہ قائداعظم کا عکس تھیں ۔ شکل و صورت میں کامل مشابہت تھی ۔ انداز گفتگو ، لب و لہجہ ، حرکات و سکنات اور رعب و جلال میں کوئی فرق نہ تھا ۔ شب و روز ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے فکرمند رہتی تھیں ۔ ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے انہوں نے بڑے بڑے حاکموں پر بے باکانہ تنقید کی اور جب محسوس کیا کہ پاکستان اور قائد کے اصولوں کو پامال کیا جا رہا ہے تو پیرانہ سالی کے باوجود نعرۂ حق بلند کیا ۔ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی ۔ صدارتی انتخاب لڑ کر مادرِ ملت نے جمہوریت کی شمع روشن رکھی اور اس طرح پاکستان کی سیاست میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیا ۔ موت کے ظالم پنجوں نے جس طرح ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کو ایک جاں نثار بہن اور ایک طویل عرصہ تک ساتھ رہنے والی رفیقہ سے چھین لیا تھا ۔ اسی موت نے ۹ جولائی ۱۹۶۷ء کو مادرِ ملت کو ملتِ پاکستانیہ سے چھین لیا ۔

بانیٔ پاکستان محمد علی جناح اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی ہمارے لیے فکر انگیز اور نمونۂ عمل ہے ۔ دونوں زندہ رہے تو قوم کے لیے اور مرے تو قوم کے لیے ۔ دونوں کا نصب العین ایک ہی تھا ۔

حوالہ جات

1. Hector Bolitho, Jinnah : Creator of Pakistan, Oxford University Press, 1969, p.14.

2. Ibid.

۳۔ ایم اے ایچ ۔اصفہانی، انٹرویو، ۱۱ جنوری ۱۹۷۶ء

۴۔ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے بھائی قائد اعظم کی سوانح عمری بہ نام "میرا بھائی" جی الانا کی مدد سے لکھنا شروع کی جو نامعلوم حالات کی بنا پر نامکمل رہی اور اب قائد اعظم پیپرز سیل، اسلام آباد، ایجوکیشن منسٹری میں محفوظ ہے ۔ ص ۱۳

۵۔ حافظ بشیر احمد خان غازی آبادی، "ان کی زندگی سراپا عمل تھی"۔ روزنامہ "جنگ"، مادر ملت ایڈیشن ۱۹۷۴ء

۶۔ فاطمہ جناح "میرا بھائی" خطابات قائد اعظم، کراچی کلب، ۱۹۴۸ء ص ۱۱ ۔

۷۔ صفیہ سلطانہ "قائد اعظم میری نظر میں" گوشہ ادب، اردو بازار لاہور ۱۹۵۳ء ۔ ص ۱۵ ۔

8. Hector Bolitho, op.cit., p.105.

۹۔ فاطمہ جناح، خطاب انتخابی مہم، لاہور، روزنامہ جنگ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۴ء

۱۰۔ رضوان احمد، روزنامہ جنگ راولپنڈی، مادر ملت ایڈیشن ۹ جولائی ۱۹۷۱ء

۱۱۔ نور الصباح بیگم، "تحریک پاکستان اور خواتین"، شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، ۱۹۷۱ء ۔ ص ۔ ۲۰

۱۲۔ صدیق علی خان، "بے تیغ سپاہی"، لاہور، ۱۹۴۸ء، ص ۱۴۵،

۱۳۔ چودھری غلام عباس: "محترمہ فاطمہ جناح کے حق میں دستبردار ہو جائیں"۔ روزنامہ جنگ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۴ء

۱۴۔ مادر ملت، خطاب انتخابی مہم، کھلنا، جلسہ عام، ۱۲ دسمبر ۱۹۶۴ء

۱۵۔ محترمہ شیریں بائی، انٹرویو، روزنامہ "جنگ" ۹ جولائی، ۱۹۷۳ء

۱۶۔ فاطمہ جناح "میرا بھائی" محولہ بالا۔ ص ۔ ۴

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ رئیس احمد جعفری، "قائد اعظم اور ان کا عہد"، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۴ء ۔ ص ۔ ۸۵،

۱۹۔ فاطمہ جناح، "میرا بھائی" ص ۲۰ ۔

۲۰۔ مرزا عزیز بیگ "قائد اعظم کے چند ذاتی پہلو"، کراچی، ۱۹۵۴ء ص ۱۵۱ ۔

۲۱۔ فاطمہ جناح "میرا بھائی" ص ۱۳ ۔

۲۲۔ ریاض علی "قائد اعظم کے آخری ایام" مشمولہ مرزا عزیز بیگ، "قائد اعظم کے چند ذاتی پہلو"۔ کراچی ۱۹۵۴ء ۔ ص ۳۲۶ ۔

۲۳۔ کرنل الٰہی بخش، آخری ایام قائد اعظم کے ساتھ، مکتبہ المعارف لاہور ۱۹۴۹ء، ص، ۹۴،

۲۴۔ "خطابات قائد اعظم"، کراچی کلب، ۱۹۴۸ء، بحوالہ فاطمہ جناح، "میرا بھائی" ص ۱۱ ۔